کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہوئے بھی عربی کو قومی یا سرکاری زبان قرار دیے جانے کے بارہ میں ہمیشہ حقیقت پسند ہی رہے اور کبھی جذباتیت کا شکار نہیں ہوئے۔ اور اگر عربی جو ہماری مذہبی زبان ہے اور ہماری تابناک ماضی کی روایات کی امین ہے کے متعلق ہماری روش یہ ہے تو بنگلہ کو ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں کہ اس سے ہماری عقیدت اور ماضی کی روایات کو بھی کبھی وابستگی اور تعلق نہیں رہا۔

بنابریں ہم اس حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان کی قومی زبان صرف اور صرف ایک ہونی چاہیے اور وہ ہے اردو جو کسی بھی پاکستانی خطہ کی خاص زبان نہیں بلکہ برصغیر کے تمام علاقوں کے مسلمانوں کا اجتماعی ورثہ ہے اور جسے پاکستان کے تمام صوبوں کے لوگ یکساں طور سے جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔

نیز ہم یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ اردو ہی کو سرکاری زبان قرار دیا جائے تاکہ انگریزی کے حصول میں جو وقت ضائع ہوتا ہے اسے دوسرے بنیادی اور ضروری علوم کے حصول میں صرف کیا جا سکے اور ان تمام علوم کو اردو میں منتقل کر کے (کہ یہ اس کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے اور اس کے لیے ہمارے پاس وافر تعداد میں اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہیں) ان کی تدریس و تعلیم اردو میں کی جائے۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری معقولیت پر مبنی یہ تجویز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔

کئی روز سے برابر اس قسم کی خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ سرحد اور بلوچستان میں بائیں بازو کی دیوبندی جماعت جمعیۃ علمائے اسلام (ہزاروی گروپ) اقتدار و اختیار کی ہوس میں ملک کی بدنام، لادینی اور غیر اسلامی نظریات رکھنے والی جماعت نیشنل عوامی پارٹی اور اشتراکیت کی علمبردار پیپلز پارٹی سے سمجھوتے اور اتحاد کی گفتگو کر رہی ہے اور عنقریب ہی ان کے درمیان اشتراک عمل [illegible] پر دستخط ہو جائیں گے۔

۲۹ ستمبر کے اخبارات میں اسی جمعیت کے سکرٹری اطلاعات اور مغربی پاکستان

جمعیۃ کی مرکزی کونسل کا جو اجلاس مشہور عالم دین مولانا عبد اللہ درخواستی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس نے نیپ سے معاہدے کی توثیق کر دی ہے اور پیپلز پارٹی سے گفتگو اور معاہدات کا چھ آدمیوں کو اختیار دیا گیا ہے۔

جمعیۃ کے سکرٹری اطلاعات کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیپلز پارٹی سے بھی معاہدہ میں صرف پیپلز پارٹی ہی رکاوٹ بنی ہوئی ہے ورنہ علمائے اسلام نے تو اس بتِ رمیدہ کو رام کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی آئندہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ہم نے آج تک ان حضرات کے بارہ میں کبھی قلم کو حرکت نہیں دی اور نہ ہی اپنے اوراق میں کبھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت بھی نہیں جبکہ مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب ـــ بھٹو صاحب سے محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں اور سوشلزم کو موسن کی گم شدہ حکمت بتلا رہے تھے۔ اور اس وقت بھی جبکہ "علمائے اسلام" کمیونزم اور سوشلزم کی فتنہ سازیوں اور تباہ کاریوں سے قطعی بے خبر سوشلزم کی مخالفت کرنے والوں کو امریکی ایجنٹ اور سامراجی دلال قرار دے رہے تھے اور جبکہ اس ضمن میں ہم پر بھی "نظر کرم" ملتفت ہوتی رہی اور خوفِ خدا سے بے نیاز ہو کر ہمارے خلاف جھوٹ گھڑے اور الزام تراشے جا رہے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ حضرات بے خبری کی بنا پر ایسا کرتے ہیں اور ان کی مخالفت سے دین اور علم کی طرف ان کے انتساب کی وجہ سے دین اور علماءِ دین کی تذلیل اور بے وقعتی اور بے قدری ہوگی۔ چنانچہ ہمارے پرچوں کے فائل اس پر گواہ ہیں کہ ہم نے ہر لادین افکار رکھنے والی جماعت کے بارہ میں اپنی بساط اور معلومات کی حد تک خامہ فرسائی کی اور اپنی کمزوری اور بے بضاعتی کے باوصف ان کے غلط نظریات کا تعاقب کیا۔ لیکن آج تک "علمائے اسلام" کی اس جماعت کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ لیکن اب اخبارات میں یہ خبریں پڑھ کر انتہائی دکھ اور افسوس ہوا کہ یہ بزرگ دین کا نام لے کر قوم کو کس بے دینی کے حوالے کرنے پر تل کھڑے ہوئے ہیں۔

سوشلزم سے ان کی بے خبری اور ناواقفیت بجا اور اس بے علمی اور جہالت کی وجہ سے ان کا عذر قابل قبول، لیکن کیا یہ علماءِ دین کے بارہ میں بھٹو اور اس کی جماعت کے

وہ سارے بیانات بھول گئے ہیں جو انہوں نے گزشتہ انتخابات میں کامیابی کے بعد دیے تھے اور جن علماء میں خود جمعیتی اکابر واصاغر بھی تھے؟

کیا مولانا مفتی محمود اور مولانا غلام غوث ہزاروی ان ریمارکس کو فراموش کر چکے ہیں جو مسٹر بھٹو نے ان کی اور ان کی شرعی صورتوں اور علمی قامتوں پر دیے تھے؟

ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ بھٹو اس "قماش" کے لوگوں کے کبھی خیر خواہ اور دوست نہیں رہے۔ انہوں نے ان "علماء اسلام" کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر انہیں اپنے لیے ڈھال کے طور پر استعمال کیا تھا اور ان کے ذریعہ اس کفر کو گوارا بنانے کی سازش کی تھی جو مسلمانانِ پاکستان ان کی غیر موجودگی میں کبھی گوارا نہ کر سکتے تھے کہ وہ ان کے ماتھوں کے محرابوں اور تسبیح کے دانوں سے اشتباہ میں پڑ گئے کہ تسبیحِ شیخ کا زنارِ برہمن سے کیا تعلق ہو سکتا ہے اور مسندِ رسولؐ کے وارث لینن اور مادہ کے جال میں کس طرح اسیر ہو سکتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے ہاتھوں اسلام کا مدفن کھودنے پر آمادہ ہو گئے ورنہ یہ ناممکن تھا اور ناممکن ہے کہ کوئی بھی پاکستانی مسلمان جانتے پہچانتے ہوتے اسلام کی شکست اور باطل کی فتح کا آرزومند اور خواہش مند ہو سکے۔

اور پاکستان کی آئندہ تاریخ لکھنے والا کوئی بھی مورخ اس سے پہلوتہی نہیں کر سکتا کہ اسلامیانِ پاکستان کے حلقوم سے کفر کو اتارنے میں خود دین کے رکھوالوں اور شریعت کے علمبرداروں کا بہت بڑا ہاتھ تھا کہ اگر ان کی ڈھال نہ ہوتی تو کفر کبھی اُن کے حرم میں نقب نہ لگا سکتا۔

اور پھر جب نقب لگ گیا اور دین دار پٹ گئے تو جمعیت علماء اسلام کے اکابرین بھٹو اور ان کی پارٹی سے اس ڈھال کی قیمت وصول کرنے کے لیے نکلے لیکن بھٹو صاحب نے جواب میں جو طمانچہ انہیں رسید کیا وہ ہمارے خیال میں ناقابلِ فراموش تھا کہ لاہور میں جمعیت کے صوبائی امیر سے لے کر مرکزی صدر تک ہر ایک کے مقابلہ میں پیپلز پارٹی نے اپنا نمائندہ کھڑا کیا اور اس کے جنرل سکرٹری مفتی محمود کے متعلق جو جو گوہر افشانی بھٹو صاحب نے کی

اور ان کے نقیب خصوصی نے جس طرح ان کے لتے لیے اور کانگرسی ملا کہہ کہہ کر جو جو کوسنے انہیں دیئے وہ تاریخ کے سینے سے کھرچے نہیں جا سکتے۔

اور پھر کیا مولانا غلام غوث اور مفتی محمود وہ سارے بیانات بھول گئے جن میں خود انہوں نے پیپلز پارٹی کو مرزائیت کی پروردہ اور مدد یافتہ جماعت قرار دیا تھا اور اسے "ترجمان اسلام" سے لے کر اپنے دیگر جماعتی پرچوں اور ماہوار رسالوں میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے ناسور قرار دیا تھا۔

اور نیپ وہی نیپ ہے جس کے سربراہ مسٹر ولی خاں نے جمعیت کے قائدین کو "مسجدوں کی روٹیاں توڑنے والے اور استنجے کے ڈھیلے استعمال کرنے والے" کے القاب دے کر نہ صرف ان کی بلکہ تمام علماء دین کی توہین و تذلیل کی تھی اور ولی خاں کی پارٹی وہی پارٹی ہے جو سرعام لادینی حکومت اور لادینی ریاست کے نعرے کی علمبردار ہے۔ کیا آج یہ صرف اس وجہ سے جمعیت کے حلیف بننے کے اہل اور مستحق ہو گئے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی پائمالی کے لیے جمعیت کے چند اکابرین کو وزارت کے لالچ اور چکمہ میں گرفتار کر لیا ہے؟ ———

کیا ہم جمعیۃ علماء اسلام کے قائدین سے یہ سوال پوچھنے کی جسارت کر سکتے ہیں کہ حضور! کل تک اگر پیپلز پارٹی قادیانیت زدہ جماعت تھی تو آج کیوں نہیں رہی۔ اور کل تک اگر نیپ کفر کی علمبردار تھی تو آج اسلام کے جھنڈے تلے کیسے آگئی یا صرف آپ کی خواہشات کے پورا کرنے اور نہ کرنے کا نام اسلام اور کفر ہے۔

ہم آج بھی جمعیۃ "علماء اسلام" کے خلاف قلم کو حرکت میں نہ لاتے اگر ہمیں یہ یقین نہ ہو گیا ہوتا کہ اب ان کی لغزش میں ان کی جہالت کو نہیں بلکہ ان کی حرص و آز کو دخل ہے اور جہالت اور بے علمی تو قابل معافی ہو سکتی ہے، ہوا و ہوس کبھی بھی معاف نہیں کی جا سکتی۔

اس سے بڑا المیہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو دینِ حنیف کا پیروکار نہیں بلکہ اس کا علمبردار اور نقیب سمجھتے ہیں [illegible]

ہو جائیں اور ان لوگوں کو COVER مہیا کریں جو اس ملک کے دوست ہیں نہ اس ملک کے عوام کے اور نہ اس ملک کے نظریہ اساسی کے اور جن کے حوالیوں اور موالیوں نے مشرقی پاکستان میں اسلام اور مسلمانوں کو وہ زخم دیے ہیں جو مدتوں مندمل نہ ہو سکیں گے۔

الحمد للہ "ترجمان الحدیث" کے دوسرے سال کا یہ آخری شمارہ ہے اور اس کے ساتھ ہی "ترجمان الحدیث" کے دوسرے سال کی فائل مکمل ہو جائے گی۔

ہم نے اس عرصہ میں اس کے ذریعے دین حنیف کی کیا خدمات سرانجام دی ہیں اسے قارئین جانتے ہی ہیں۔ ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اپنی بساط کی حد تک ہم نے کوئی کوتاہی نہیں کی، فرو گزاشتیں انسان کا خاصہ ہیں، ان سے انبیاء کے سوا کوئی بھی مبرا نہیں لیکن ایک بات ہم ضمیر و قلب کے پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان فرو گزاشتوں میں ہمارے ارادے اور نیت کا قطعاً کوئی عمل دخل نہیں۔

اس موقعہ پر ہم ان احباب کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے کسی بھی صورت میں "ترجمان الحدیث" کی معاونت کی، چاہے قلمی اور علمی صورت میں۔ چاہے مالی اور خریداری کی صورت میں۔

ہم اللہ کے حضور عاجزی وانکساری سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے دین کی اور زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ تعاون کرنے والوں کو اپنے انعامات سے نوازے۔ آمین